اللہ سے قطع تعلق موت ہے
اور تعلق باللہ زندگی ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۷؍ مارچ ۱۹۷۵ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت فرمائی:-

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ٘ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۙ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۙ

(اَلْمُلْک: ۲ تا ۳)

پھر حضور انور نے فرمایا:-

تمام برکتیں اس ہستی سے مخصوص ہیں جو حقیقی بادشاہ ہے، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی بھی طاقت اُسے اپنے ارادوں کے پورا کرنے سے عاجز نہیں کر سکتی۔ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ موت و حیات کو اس نے اس لئے پیدا کیا تا کہ تمہارے عملوں کے باعث تمہیں آزمائے کہ تمہارے عمل کیسے ہیں۔

وَهُوَ الْعَزِیْزُ وہ طاقتور ہستی ہے کوئی اس کے غضب سے بچ نہیں سکتا۔ وَهُوَ الْغَفُوْرُ خدا تعالیٰ بڑی بخشش کرنے والا اور گناہوں کی معافی دینے والا ہے اسی طرح امید پیدا کرنے والا ہے کیونکہ میری کچھ طبیعت خراب ہو رہی ہے اس لئے آج میں صرف خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا کے متعلق اختصار سے

بتاؤں گا۔

دُنیا میں موت وحیات کا سلسلہ اکٹھا اور متوازی چلتا ہے اصل چیز حیات ہے اور حیات یا زندگی کا نہ ہونا یا زائل ہو جانا موت کہلاتا ہے۔قرآن کریم نے حیات کی مختلف قسمیں بیان کی ہیں اور حیات کے فقدان کا نام موت رکھا ہے۔

ایک تو قوتِ نامیہ ہے یعنی نمو کی قوت، جو قرآنی محاورہ میں حیات کہلاتی ہے اس کا تعلق انسان سے، حیوان سے اور نباتات سے بھی ہے اور اگر ہم زیادہ گہرے چلے جائیں تو اس کا تعلق ہر قسم کی مخلوق سے ہے کیونکہ ہیرے اور جواہرات بھی ایک لمبے عرصے کی نشوونما کے بعد اپنی خصوصیات کے حامل بنتے ہیں اور جب نمو کی قوت اللہ تعالیٰ کے اِذن سے زائل ہو جائے یا زائل کر دی جائے تو قرآنی محاورہ کے مطابق اسے موت کہتے ہیں۔

دوسرے قرآن کے محاورہ سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ قوتِ حاسہ کو بھی زندگی کہا گیا ہے۔انسان جو کچھ محسوس کرتا ہے یا ہم جو کچھ محسوس کرتے ہیں وہ اس کی یا ہماری زندگی ہے۔ بعض ایسی حالتیں ہیں جب حِسّ کام نہیں کرتی یا بعض ضروری اور بنیادی حصے کام نہیں کر رہے ہوتے تو قرآن کریم نے اسے بھی موت کہا ہے اگر کسی کو فالج ہو جائے تو قوتِ حاسہ غائب ہو جاتی ہے۔

تیسری قسم کی زندگی جس کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے وہ قوتِ حاصلہ ہے۔اس کے مقابل قرآنی محاورہ کے مطابق جہالت مطلقہ،موت ہے۔

چوتھے معنی میں حیات کا لفظ قرآنی محاورہ میں اُس خوش حال زندگی کا نام ہے، جو دُنیوی لحاظ سے کوشش کرنے سے بسا اوقات دُنیا والوں کو کبھی مل جاتی ہے اور کبھی نہیں ملتی۔ اس کے مقابلہ میں حزن اور غم ہے جو زندگی کو مکدّر کر دیتا ہے۔قرآنی محاورہ میں اسے بھی موت کہا گیا ہے۔

پانچویں۔قرآنی محاورہ میں نیند کو بھی موت کہا گیا ہے اور اس کے برعکس بیداری کو زندگی کا نام دیا گیا ہے یعنی قرآنی محاورہ کے مطابق بیداری کا فقدان موت کہلاتا ہے۔اسی طرح ایک محاورہ پیدا ہو گیا ہے کہ اَلنَّومُ مَوْتٌ كَثِيْفٌ کہ نیند ایک کثیف موت ہے۔

وَالْمَوْتُ نَوْمٌ كَثِيْرٌ کہ موت گہری نیند کا نام ہے۔

چھٹے۔ اجزا کی تحلیل کا نام قرآن کریم کے محاورہ میں موت کہلاتا ہے اس کے مقابلہ میں کچھ نئے اجزا کو جو روز مرّہ زندگی میں جزو بدن بنتے رہتے ہیں، زندگی سے تعبیر کیا جائے گا اور کچھ اجزا علیحدہ ہوتے رہتے ہیں جو موت کے مترادف ہے اس لئے کہا جاتا ہے فَاِنَّ الْبَشَرَ مَادَامَ فِی الدُّنْيَا يَمُوْتُ جُزْءً ا قَلِيْلًا کہ دُنیا میں انسان کے اجزا آہستہ آہستہ موت سے ہمکنار ہوتے یا موت کا منہ دیکھتے ہیں اور نئے اجزا اس کے جسم میں بصورت غذا داخل ہوتے ہیں جن کو ہضم کرنا پڑتا ہے یہ اس کی زندگی ہے۔

ساتویں معنی زندگی کے بدن اور روح کے تعلق کے ہیں۔ جسم اور روح کے اتّصال کو قرآن کریم نے حیات کہا ہے اور جب یہ اِتّصال باقی نہ رہے اور قوتِ حیوانیہ کا زوال ہو جائے اور بدن سے روح جدا ہو جائے تو اس کا نام موت ہے۔

اس سارے مضمون میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ موت وحیات کو جس معنی میں بھی قرآن کریم نے لیا ہے اس میں بہت سی برکتیں اور رحمتیں پوشیدہ ہیں اس کی برکتوں اور رحمتوں کے حصول کی جگہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ یہ رحمتیں و برکتیں صرف اُس سے مل سکتی ہیں اور کہیں سے نہیں۔

اسی طرح عقل یا قوتِ عاقلہ کا ہونا بھی زندگی ہے عقل بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے اور عقل کے ذریعہ سے جو نعمتیں حاصل ہو سکتی ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے حاصل ہوتی ہیں۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔

اسی طرح اگر موت نہ ہوتی اور صرف اس ورلی دُنیا کی زندگی ہوتی تو روحانیت بھی نہ ہوتی اور وہ عظیم نعمتیں جن کا تعلق اُخروی زندگی کے ساتھ وابستہ ہے ان کی بھی امید نہ ہوتی تو پھر انسان اور سؤر میں کوئی فرق باقی نہ رہ جاتا۔

پس موت کے ساتھ بھی اسی طرح برکات وابستہ ہیں جس طرح زندگی یا حیات کے ساتھ وابستہ ہیں اور پھر نشوونما اور زندگی کے بعض دوسرے حصے ہیں مضمون لمبا ہے مگر چونکہ میری طبیعت خراب ہو رہی ہے اس لئے میں نہایت مختصر کر رہا ہوں۔

اصل چیز خیر اور برکت ہے اور یہ چیز میرے اس مضمون کا نتیجہ ہے جو یہاں بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے قطع تعلق نہیں ہونا چاہیئے چونکہ اللہ سے قطع تعلق یا دوری موت ہے اس کے برعکس تعلق باللہ یا اس سے پیار کرنا اور اس کے حصول کی کوشش کرتے رہنا، یہی زندگی ہے اور اللہ تعالیٰ سے دل اس طور پر لگانا چاہیئے کہ مخلوقات میں سے کسی اور کے ساتھ انسان کا تعلق اس طور پر باقی نہ رہے۔

دعا کرتے رہنا چاہیئے کہ ہم اس حقیقت سے ہمیشہ آگاہ رہیں اور اسے کبھی نہ بھلائیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کے ہم بھی وارث بنیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی برکات کی وراثت کی توفیق ملے جو اللہ تعالیٰ سے دور جا پڑے ہیں اور اس کی رحمتوں سے محروم ہو چکے ہیں۔

(از رجسٹر خطباتِ ناصر غیر مطبوعہ)